اسلام میں نظام عدل گستری[1]

پروفیسر عبدالحفیظ صدیقی

عام طور پر انصاف کرنے کے عرب میں تین طریقے تھے۔ (۱) ایک طریقہ تو پنچوں کا تھا۔ یعنی فصل خصومات کے لئے قبیلہ واری پنچ مقرر ہوتے تھے۔ ان کے سامنے فریقین حاضر ہوتے۔ اپنا مقدمہ پیش کرتے اور پنچ کا فیصلہ قطعی ہوتا تھا۔ بالعموم یہ کوشش ہوتی تھی کہ جرم کو "دفن" یعنی محو کر دیا جائے تاکہ انتقام کا جذبہ ابھرنے نہ پائے[34]

(۲) پیچیدہ مقدمات میں کاہنوں سے رجوع کیا جاتا تھا جو مذہبی پیشوا یا علم غیب کے مدعی تھے۔ چنانچہ شق اور سطیح دو مشہور کاہن تھے۔ (الف) قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کاہن بعض دفعہ بیانات سننے سے پہلے ہی صحیح فیصلہ گنگنانے تھے[35] کاہنوں کے فیصلوں کی تعمیل کرانے کے لئے کوئی عاملانہ طاقت تو نہ تھی لیکن لوگوں کے توہمات ہی تہدید کا کام کر جاتے تھے۔ گو کاہنوں کی نجی حیثیت ہوتی تھی لیکن جھگڑوں اور قانونی مسائل میں وہ "قانون گو" کا کام دیتے تھے۔ اسی وجہ سے" کاہن اور حکم کے مفہوم میں بہت کم فرق سمجھا جاتا تھا۔ الحطیہ نظم ۱۷ بیت نمبر ۷ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۱ھ ج ۲ صفحہ ۷۳۔ ان کے فیصلوں کو ایک طرح سے خدائی فیصلہ سمجھا جاتا تھا جن کے خلاف مرافعہ کا چارہ کار نہ تھا۔"[36]

زمزم کا مشہور اور تاریخی واقعہ ہے کہ چشمہ دوبارہ دریافت ہونے کے بعد اس کی ملکیت کا جھگڑا پیدا ہوا تو عبدالمطلب اور دوسرے اکابر مکہ ایک کاہن کے پاس گئے۔ عبدالمطلب نے اپنے ایک بیٹے کی قربانی کی منت

---

[1] ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی طرف سے "برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام عدل گستری" نام کی ایک کتاب زیر طبع ہے۔ یہ مضمون اس کتاب کا ایک باب ہے۔ مضمون کی پہلی قسط ملاحظہ ہو "فکر و نظر" نومبر ۶۸ء میں۔

[34] صبح الاعشی للقلقشندی ج ۳ صد ۲۵۲۔ مطبع امیریہ قاہرہ ۱۹۱۸ء (وطریقتھم فیہ ان تجتمع اکابر قبیلتہ الذی یدفن بحضور رجال یثق وبھم المدفون لہ)

[35] ڈاکٹر حمید اللہ۔ صد ۱۹۔ (ماخوذ از ابن کثیر وغیرہ)

[36] ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ لفظ کاہن۔

(الف) ابن ہشام سیرۃ سیدنا محمد رسول اللہ (طبع گاٹن جن ۱۹۶۰ء) صفحہ ۹

کی تھی. اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے بھی انھوں نے ایک کاہنہ سے رجوع کیا تھا[۳۷]

(۳) تیسرا ادارہ "تحکیم" کا تھا۔ یعنی بعض شخصیتیں ثالث یا حاکم کا کام کرتی تھیں. چنانچہ ایام جاہلیت کا ایک مشہور حَکَم عامر بن ظرب العدوانی تھا۔ اس کے پاس ہر جگہ سے تحکیم کے لئے مقدمے والے آتے تھے[۳۸] قبیلہ تمیم کے سردار موروثی طور پر پورے عرب کے حَکَم مانے جاتے تھے[۳۹] یہ سردار کسی بڑے میلے کے موقع پر حَکَم مقرر ہوتے تھے. مثلاً عکاظ کے میلے میں یہ سردار دیوانی اور فوجداری ہر قسم کے مقدموں کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان فیصلوں کی خلاف ورزی میں رسوائی اور بدنامی کا ڈر ہوتا تھا۔ اور یہی تہدید تھی. غرض اس طرح کے بہت سے موروثی حَکَم عدل گستری میں حصّہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کا ذکر اکثر مؤلفوں نے کیا ہے. ابن قتیبہ کے حوالے سے بعض مؤلف لکھتے ہیں کہ عیلان بن سلمہ ثقفی ہفتہ میں ایک دن اپنے ذاتی معاملات میں مصروف رہتا. ایک دن شاعری کے جلسوں میں حصّہ لیتا اور ایک دن حَکَم بن کر جھگڑے چکاتا[۴۰] قبیلہ واری حَکَم بھی ہوتے تھے. وقتی طور پر کسی کو حَکَم بنایا جاتا تھا چنانچہ قصی اور قضاعہ کی جنگ میں بنی کنانہ کے ایک شخص یعمر بن عوف کو حَکَم بنایا گیا[۴۱]

ان تین طریقوں کے علاوہ ایک اور غیر معمولی طریقہ بھی زمانہ جاہلیت میں پایا جاتا تھا. شہر مکہ میں "حلف الفضول" کا ایک ادارہ قائم تھا، جس کا آغاز جرہمی زمانے سے معلوم ہوتا ہے. حرب فجار کے بعد یہ ادارہ زندہ ہوا. یہ ایک اجتماعی حلف تھا۔ اس کی ایک تاریخی اہمیت یہ ہے کہ خود جناب رسالتمآب صلعم نے بعثت سے قبل اس میں حصّہ لیا تھا۔ یہ دراصل ایک رضاکار جماعت کا سمجھوتہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ شہری حدود میں جو مظلوم پائے جائیں ان کی مدد کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے[۴۲] آنحضرت صلعم نے نبوت کے بعد بھی اس جماعت میں حصہ لیا اور اس پر آپ کو فخر تھا۔ یہ رضاکار جماعت بنوامیہ کے عہد کی ابتدا تک اپنے مقصد پر کام کرتی رہی.

---

[۳۷] ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۰۔ [۳۸] ابن ہشام محولہ صدر صفحہ ۷۸، ۷۹

[۳۹] قال ابوالمنذر وتزعم مضران امر الموسم وقضاء عکاظ فی بنی تمیم مرزوقی بحوالہ ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲

[۴۰] ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲ [۴۱] ابن ہشام محولہ صدر صفحہ ۷۹

[۴۲] ابن ہشام محولہ صدر صفحہ ۸۵ و ۸۷۔ مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ مطبع میمنیہ ۱۳۱۳ھ صفحہ ۱۹۰

بہر حال یہ اس زمانے کا تذکرہ ہے جبکہ عرب میں اسلام کی داغ بیل پڑ رہی تھی۔ اس سے پہلے کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوتے۔ اس کے لئے محض قیاس آرائی سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ مختصر سا نظام جو اسلام سے پہلے پایا جاتا تھا اور جسے صدیوں کے ارتقا کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے، کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہ تھا۔ بعض نظیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض طاقتور قبیلے اپنے رکن قبیلے کا خون بہا معمولی قبیلے کے رکن سے دگنا لیتے تھے[۴۳] کسی آزاد شخص کا قاتل غلام ہو تو غلام کے علاوہ مالک یا کسی اور آزاد رشتہ دار کا سر بدل میں طلب کیا جاتا تھا۔ غلام کے قتل پر آزاد قاتل سے کمتر معاوضہ ملتا۔ نیز عورت کی صورت میں بھی یہی حال تھا[۴۴]۔ اس قاعدے کو اسلامی دور میں قرآن نے منسوخ کر دیا[۴۵]۔

انصاف رسانی کے ان مختلف طریقوں کے باوجود زمانہ جاہلیت میں کسی مرکزی حاکم عدالت کا پتہ نہیں چلتا۔ وکیل وغیرہ نہ تھے۔ فریقین بذات خود انصاف چاہتے تھے۔ سب سے بڑی کمزوری اس نظام کی یہ تھی کہ تہدید صرف رائے عامہ پر موقوف تھی اور جب ملزم قبیلے کے دسترس سے باہر ہوتا تو ان کے ہاتھ میں صرف یہی حربہ تھا کہ ملزم کو "طرد" یعنی ذات برادری سے باہر کر دیا جائے۔

(۲) عدل گستری زمانہ رسالت میں

اسلامی عدل گستری کا دوسرا بڑا ماخذ جناب رسالتمآب صلعم کا مبارک عہد ہے۔ کیونکہ اسی زمانہ میں زمانہ جاہلیت کے تمام ادارے اور رسم و رواج معطل قرار دیئے گئے۔ اور ۶۱۰ء سے جب اسلام کا ظہور ہوا، عرب میں ایک عالمگیر تحریک پیدا ہوئی اور دنیا کے لئے ایک نیا تصور حیات پیش کیا گیا۔ یوں تو مکہ ہی میں ایک اسلامی سماج بن گیا تھا لیکن وہ مملکت نہ تھی۔ آنحضرت صلعم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو اسی وقت سے اسلامی مملکت کی بنیاد پڑی[۴۶] جس دستور پر اس اسلامی مملکت کی تشکیل ہوئی، خوش قسمتی سے اس کا اصل متن لفظ بہ لفظ اب دستیاب ہو گیا ہے جو ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے[۴۷]

---

[۴۳] ابن ہشام محولہ صدر صفحہ ۸۰۲ - ۸۰۳ ۔ [۴۴] ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۱

[۴۵] آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام عورت کے بدلے عورت ہی قتل کئے جائیں (نہ کم نہ زیادہ) قرآن مجید ۲ : ۱۷۸

[۴۶] اس مملکت کی حکومت اور نظم و نسق کے لئے دیکھیئے۔ امیر علی۔ شارٹ ہسٹری آف دی سارا سنز صد ۵۵-۶۲

[۴۷] ڈاکٹر حمید اللہ "دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور" محولہ صدر نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام صد ۳۴۱-۳۴۴

اس تاریخی وثیقہ کے بعض فقرات عدل گستری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ فقرہ (۴ تا ۱۱) کے لحاظ سے انصار کا ہر قبیلہ اجتماعی طور پر اپنے تمام افراد کے ناجائز افعال کے مکافات کا ذمہ دار تھا۔ فقرہ (۱۳) میں یہ اصول قرار دیا گیا کہ انصاف منفرد کے ہاتھ میں نہ ہوگا بلکہ پوری مسلم جماعت کا فرض سمجھا جائے گا۔ اور اس میں کسی کی رشتہ داری یا قرابت کا لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ فقرہ (۲۲) میں حکم ہے کہ کسی قاتل یا مجرم کو کوئی شخص پناہ نہیں دے گا۔ اسی طرح فقرہ (۲۱) میں حکم ہے کہ کسی مسلمان کا قتل عمد سزائے موت کا مستوجب ہوگا البتہ مقتول کے ورثاء فدیہ لے کر قصاص معاف کر سکتے ہیں۔ فقرہ (۱۴) کے لحاظ سے اگر کسی غیر مسلم کے ولی مسلمان ہوں تو انہیں چاہیئے کہ قاتل کے مسلمان ہونے کی صورت میں قصاص کا مطالبہ نہ کریں۔

اس وثیقے کا فقرہ (۲۳) یہ ہے کہ ہر قسم کے مناقشات کے لئے آنحضرت کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔ یہ چیز نص قرآنی سے بھی ثابت ہے کہ "جب خدا اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن یا مومنہ کو اپنے معاملے کے متعلق کیسے اختیار رہ سکتا ہے"[۴۸] نیز یہودیوں سے جو دفعات متعلق ہیں، ان سے ظاہر ہے کہ فدیہ۔ دیت۔ ولاء اور جوار کے ادارے حسب سابق برقرار رکھے گئے (فقرہ ۲۵-۳۱-۴۰)۔ لیکن کوئی یہودی قریش اور ان کے ہمدردوں کو پناہ (جوار) نہیں دے سکتا (ف ۴۳) عدل گستری حقوق عباد کا معاملہ ہے اور کسی شخص کو خود اپنے رشتہ داروں کی طرف داری نہیں کرنی چاہیئے (ف ۳۶ ب - ۳۱) نیز آنحضرت صلعم ہر قسم کے جھگڑوں میں آخری فیصلہ فرمائیں گے (ف ۴۲)

بہرحال اس دستور مملکت میں جو فی الواقع دنیا کے لئے ایک حیرت انگیز دستوری وثیقہ ہے، عاملہ اور مقننہ کی ترتیب بھی پائی جاتی ہے۔ اور یہ بڑی اہمیت رکھتی ہے بلکہ نظام عدل گستری میں تو ایک انقلاب ہو گیا، اور یہ دنیا میں ایک نئے تصوّر اور نئے پیرائے میں پیش ہوا! انفرادی انتقام کی جگہ عدل گستری کا ایک مرکزی ادارہ قائم ہو گیا اور افراد بلکہ قبیلوں سے بھی عدل گستری کا حق چھین لیا گیا اور یہ اختیار حکمرانِ وقت کو ملا جو تفتیش اور غیر جانبداری کا پابند تھا۔ انصاف کسی منفرد کے ہاتھ میں نہیں رہا بلکہ وہ پوری مسلم جماعت کے فرائض میں داخل ہو گیا۔ یوں تو ہجرت سے پہلے بھی آنحضرت صلعم کی ذات مبارک اپنے پیروؤں کے لئے سرچشمۂ عدالت تھی لیکن مدینہ آتے ہی آپؐ نے عدالتی حقوق و فرائض کا صاف تعین فرما دیا۔ گویا آپؐ کا فیصلہ آخری اور قطعی سمجھا جانے

---

[۴۸] قرآن: ۳۳: ۳۶ (سورہ احزاب)

لگا۔ گو غیر مسلموں کے مقدمات ان کے شخصی قانون کے مطابق فیصل ہوتے تھے۔ قبیلہ واری افراتفری کی جگہ مرکزیت پیدا کرنے کی یہ بڑی کامیاب کوشش تھی جس کے لئے ایک شخصیت کو ہمہ گیر حکمران تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے بعد مرکزی حکومت نے جائدادی محاصل (یعنی زکوٰۃ۔ جزیہ وغیرہ) مسلمانوں سے فوجی خدمت (جہاد) لازم قرار دیئے اور سب مرکزی حکومت کے موضوعہ قوانین کے پابند تھے۔

یہ نظام عدل گستری جو عہد نبوت میں صورت گیر ہوا تھا، بہت پُر مغز اور بڑا سبق آموز ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیتوں سے آنحضرت صلعم پر یہ فرض عائد کیا گیا کہ آپؐ لوگوں کے باہمی تنازعات فیصل کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاحکم بینھم بما انزل اللہ۔ اے رسول! لوگوں کے درمیان ان احکام کے بموجب فیصلہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل کئے ہیں۔

اسی طرح مومنوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثمّ لا يجدوا في انفسهم حرجاً ممّا قضيت ويسلّموا تسليماً۔ اے رسول! تمہارے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے باہمی تنازعات میں تم کو حَکَم نہ بنائیں اور پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی بار محسوس نہ کریں اور تمہارے ہر حکم اور فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔

حضرت پیغمبر اسلام نے ہجرت سے پہلے ہی بیعت عقبہ کی رو سے ہر قبیلے میں "نقیب" مقرر فرمائے تھے جو اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے تھے۔ اور قبیلوں کے اندر نظم قائم رکھتے تھے۔ نقیب کے تحت ہر دس آدمیوں پر ایک عہدہ مقرر تھا، جسے "عریف" کہتے تھے اور اس نظام سے بوقت ضرورت عام استصواب میں بھی مدد لی جاتی تھی۔ جب نقیب کے فیصلے سے ناراضی ہوتی تو آنحضرت کے پاس مرافعہ ہوتا تھا۔ مدینے میں آپؐ بہ نفس نفیس تمام عدالتی فرائض انجام دیتے تھے لیکن جب مملکت وسیع ہوتی گئی اور انتظامی کام بڑھ گیا تو مدینے میں آنحضرت صلعم نے چند مفتی (یعنی قاضی[49]) مقرر فرما دیئے۔ جو فیصلے کیا کرتے تھے[50]۔ البتہ

---

[49] ابتدا میں قاضی کو مفتی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ المبسوط للسرخی ج ۱۶ مطبع السعادۃ، مصر ۱۳۳۱ھ ص ۱۰۹

[50] ابن جوزی: الترتیب الاداریہ للکتانی ج ۱ ص ۱۵۱

ان کے فیصلوں کے خلاف آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ ہوتا تھا[51] ہر علاقہ کا والی نہ صرف حاکم یعنی عاملانہ عہدہ دار ہوتا تھا بلکہ وہ عدلیہ کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو یمن کا اور حضرت عتاب بن اسید بن ابی العیص بن عبد شمس اموی کو مکہ کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ حاکم خود سرکار دو عالمؐ کی زندگی ہی میں مقدمات فیصل کرتے تھے۔ ایسی بھی نظیریں ملتی ہیں کہ وقتی طور پر خاص مقدمات کی سماعت کے لئے قاضی مقرر کئے گئے۔ اور مستقل قاضیوں کی طرح ان کے فیصلوں کے خلاف بھی آنحضرت صلعم کے پاس مرافعے ہوتے تھے[52] غرض خاص مدینے میں ہر قبیلے کے عریف، نقیب، مفتی اور قاضی ابتدائی عدالت کے فرائض انجام دیتے اور انتہائی عدالت مرافعہ خود جناب رسالت صلعم کی ذات تھی۔ لیکن صوبوں اور قلعوں میں عامل یعنی گورنر ہی سپہ سالاری اور مالی فرائض کے علاوہ قاضی اور محتسب کا کام بھی کرتے تھے اور ان کی کارروائیوں اور فیصلوں کے خلاف آنحضرت صلعم کے پاس مرافعے آتے تھے[53] آنحضرت صلعم کے پاس استصواب بھی ہوتا تھا اور آپؐ عہدہ داروں کے غلط فیصلوں اور غلط کارروائیوں کی صورت میں بصیغہ نگرانی دخل بھی دیتے تھے۔

اب رہا قانون جس کے مطابق عدالت فیصلے صادر کیا کرتی تھی تو وہ قرآن اور حدیث کا مجموعہ تھا۔ کلام ربانی تو آنحضرت صلعم کی زندگی ہی میں مکمل ہو گیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ احکام جناب رسالت مآب صلعم کے قول اور فعل سے مستنبط ہوئے، وہ بھی قرآنی حکم کی بناء واجب التعمیل تھے۔ اس راست قانون سازی کے ذریعہ جو احکام مقرر ہو گئے تھے، ان کے فقیہ، مجتہد، قاضی سب ہی پابند تھے لیکن اجتہاد و صوابدید نیز استحسان کے ذریعہ اس قانون میں اور لچک پیدا کر دی گئی اور خود حضرت معاذ بن جبل رضؓ کی بڑی نظیر موجود

---

۵۱ ڈاکٹر حمید اللہ۔ اسلامی عدل گستری اپنے آغاز میں۔ مجلہ عثمانیہ ج ۱۱ شمارہ (۱ و ۲) ۱۳۴۸ھ فصل (بحوالہ موطا) صد ۲۶

۵۲ مسند احمد بن حنبل مطبع میمنیہ ۱۳۱۳ھ ج ۲ صد ۱۸۷ و جلد ۴ صد ۲۰۵ و ج ۵ صد ۲۶۔ نیز دیکھئے شبلی: سیرۃ النبی ج ۲ طبع دوم ۱۳۴۱ھ صد ۷۵

۵۳ ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۶

۵۴ قرآن مجید ۲۳ : ۲۱ و ۵۹ : ۷ وغیرہ لیکن بعض حضرات نے اسلامی قانون کو بیرونی قوانین اور خصوصاً رومی و بیزنطینی قانون کا خوشہ چین سمجھا جاتا ہے اور سنت نبوی کو محض فرضی چیز سمجھتے ہیں ملاحظہ ہو ڈاکٹر سرن PROVINCIAL GOVERNMENT OF THE MUGHALS, ALLAHABAD, 1941, P.336 لیکن یہ رائے یا تو فقہ اور اسلامی اداروں کے متعلق علم کی کمی کا نتیجہ ہے یا پھر تعصب کا اثر۔

ہے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو یمن کا قاضی بنایا تھا اوران کو جو ہدایتیں دی تھیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبوی میں کوئی چیز نہ ملے تو اجتہاد کیا جاسکتا ہے[۵۵] اسی طرح جب حضرت عمرو بن حزم یمن کے گورنر یا والی بنا کر بھیجے گئے تو ان کو آنحضرت نے تحریری ہدایت نامہ دیا جو دنیا کے لئے ایک یادگار چیز ہے۔ اس طویل وثیقے میں انہیں انصاف رسانی اور بے لاگ عدل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ تاکید کی گئی ہے کہ ظلم وستم سے باز رہیں[۵۶] اس ہدایت نامہ میں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ جسمانی مضرتوں کی مختلف صورتوں میں متضرر کو کیا ہرجانہ ملنا چاہیئے[۵۷]۔ جو قاضی مامور ہوتے تھے ان کو یہ بتا دیا جاتا تھا کہ ان کے ایسے فیصلے جو صریح ہدایتوں کے خلاف صادر ہوں، وہ سب کالعدم متصوّر ہوں گے[۵۸]

لیکن انصاف میں قانون کی سخت پابندی کے بجائے استحسان یا نصفت کو بھی جگہ دی گئی تھی[۵۹] اس تصور سے زمانہ جاہلیت کے بہت سے اصول ٹوٹ گئے اور اسلامی دور میں بہت سی نئی چیزیں پیدا کی گئیں۔ مثلاً عمد۔ مشابہ عمد اور خطا میں فرق کیا گیا[۶۰] اور نیت کا بڑا عنصر داخل کیا گیا[۶۱] ایک اور جدت یہ ہوئی کہ معاملات اور جرائم کی ذمہ داری صرف انسانوں پر عائد کی گئی اور دیگر مخلوقات بری سمجھی گئیں۔ ورنہ زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی آدمی گڑھے میں گر کر مر جاتا تو وہ گڑھا اس کا خون بہا قرار دیا جاتا اور وارثوں کی ملک قرار پاتا۔ آنحضرتؐ نے کسی کے پوچھنے پر فرمایا تھا کہ "بے زبان جانور اور کان اور کنوئیں پر ضرر رسانی سے کوئی ذمہ داری نہیں"[۶۲] انصاف کے معاملے میں اسلام میں بڑے چھوٹے سب برابر ہیں۔ خود جناب رسالت مآب صلعم نے اپنی ذات کے خلاف مقدمات کی سماعت فرمائی اور مدعیوں کے حق میں فیصلے فرمائے۔ عدالت کے باب میں سعی وسفارش کی قطعی ممانعت فرما دی گئی۔ چنانچہ آپؐ کے ایک بہت ہی محبوب مولیٰ زادہ اسامہ سے لوگوں نے سفارش

---

[۵۵] عبدالحفیظ صدیقی، اسلامی عدل گستری۔ حیدرآباد۔ ۱۹۴۶ء صہ ۳۱

[۵۶] ابن ہشام محولہ صدر صفحہ ۹۶۱-۹۶۲۔ طبری تاریخ لیڈن ۱۸۷۹۔ ۱۹۱۰ء صہ ۱۷۲۷ تا ۱۷۲۹

[۵۷] موطا۔ باب العقول [۵۸] من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فہو رد (مسلم ۳: ۱۰ تا ۱۸) من استعملنا علیٰ عمل فلیات بقلیلہ وکثیرہ۔ فما اوتی منہ اخذ وما نھی عنہ انتھی (ابوداؤد ۲۳: ۵) صفحہ ۲۷ [۵۹] قرآن مجید ۵: ۴۵ خدا عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

[۶۰] خطبہ حجۃ الوداع۔ [۶۱] انما الاعمال بالنیات۔ حدیث۔ صحاح ستہ

[۶۲] ابو یوسف۔ کتاب الخراج۔ بولاق ۱۳۰۲ھ صہ ۱۳

کرائی۔ اس وقت آپ کا مشہور تاریخی فقرہ بخاری کی صحیح اور دوسری کتابوں میں اب تک محفوظ ہے کہ محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (بخاری وغیرہ) اس اسلامی اصول اور آنحضرت صلعم کے طرز عمل سے اسلامی عدلیہ کی جو اہمیت پیدا ہوئی وہ اپنے اندر بڑی جاذبیت رکھتی ہے۔ اس کو افلاطون کے الفاظ میں عدل مطلق کہنا چاہیئے۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی اس کی نظیریں ملتی ہیں کہ یہ خلفاء اپنے خلاف فیصلے سننے کے لئے بذات خود قاضی کے روبرو حاضر ہوتے [۶۳] بلکہ سچ پوچھیئے تو اموی اور عباسی دور کے بہت سے خودسر بادشاہ بھی اس پر عمل کرتے رہے اور یہی طریقہ مصر، اسپین اور ہندوستان میں بھی باقی رہا [۶۴] جناب رسالت مآب صلعم کا عدل مطلق آپ کے آخری خطبے سے ظاہر ہوتا ہے جس میں آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اگر کوئی مجھ پر ذمہ داری ہے تو اس کی تلافی کے لئے میں حاضر ہوں۔ اس پر ایک شخص نے چند درہم قرض کا مطالبہ کیا جس کی ادائیگی کر دی گئی [۶۵]

آنحضرتؐ نے عدل گستری کا یہ بنیادی اصول قرار دیا کہ بغیر ثبوت کے کسی دعوے کو صحیح نہیں مانا جا سکتا [۶۶] چنانچہ حدیث میں امور تنقیح طلب اور پیش شدہ شہادت کی جانچ کے لئے بہت سے احکام ملتے ہیں۔ مثلاً قاضی کا فرض ہے کہ وہ روئداد پر فیصلہ کرے اور اپنی نجی معلومات کو داخل نہ کرے۔ دونوں فریق کا بیان سننے کے بعد فیصلہ کیا جائے [۶۷] ابن الزبیرؓ سے روایت ہے کہ حاکم عدالت کے سامنے فریقین مقدمہ کا حاضر رہنا اور دونوں کی شہادت پیش ہونا ضروری ہے [الف] آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ وہ خود شہادت اور روئداد پر فیصلہ فرماتے

---

[۶۳] سرخسی مبسوط ج ۱۶ ص ۷۳، ۷/۴، ۱۲۲ [۶۴] محمد اللہ صفحہ ۱۶

[۶۵] مولانا شبلی۔ سیرۃ النبی جلد ۲۔ مطبع معارف اعظم گڑھ طبع دوم ۱۳۴۱ھ، صفحہ ۲۹۹ تا ۳۰۲

[۶۶] مسند احمد بن حنبل ج ۱ مطبع میمنیہ ۱۳۱۳ھ صفحہ ۳۴۳-۳۶۳

[۶۷] حضرت علیؓ کو ہدایت بحوالہ کنز العمال اور ابن جریر اور احادیث صحیحہ، حاجی محمد بن عبداللہ "النجم الثاقب فی اقضیۃ علی بن ابی طالب" (حیدر آباد دکن ۱۳۶۰ھ) (ص ۱۱۵-۱۱۷) "جب تم مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان فیصلہ کرنے بیٹھو تو سب سے پہلے دونوں کا بیان سن لو۔ جب تم دونوں کا بیان سن لوگے تو تم پر مقدمہ کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی اور فصل خصومات میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ نیز ملاحظہ ہو ترمذی ۱۳ : ۵ ابوداؤد ۲۳ : ۶

[الف] مرزا ابو الفضل محولہ صدر حدیث نمبر ۳۷۵

ہیں۔ نیز آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اور انسانوں کی طرح آپ سے بھی غلطی کا امکان ہے کیونکہ جب لوگ فیصلہ کے لئے آتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی فریق اپنا معاملہ اچھے پیرائے اور بہتر انداز میں پیش کرے اور اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائے۔[67] اسی طرح آنحضرت صلعم نے عدالت کا یہ اہم ضابطہ مقرر فرمایا کہ بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور مدعی ثبوت نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ کو قسم دی جائے[68]۔ اگر مدعا علیہ کے پاس جوابی ثبوت نہ ہو تو مدعی حلف کے ذریعہ اپنے ناقص ثبوت کی تلافی کرے اور ہر حال میں دو گواہ ضروری قرار دیئے جائیں، لیکن ایک سے زیادہ گواہ پیش نہ ہو سکے تو حلف پر فیصلہ کیا جائے[69]

ان مقدمات میں جہاں ماہرین کی رائے ضروری تھی۔ مثلاً تعمیرات۔ زراعت وغیرہ کے مقدمات میں۔ آنحضرتؐ ماہرین کی رائے پر فیصلہ فرماتے تھے[70] فوجداری مقدموں میں ختم تحقیقات تک ملزموں کو اور قرض کی ادائی تک مدعیوں کو حوالات میں رکھا جاتا تھا نیز حاضری کا مچلکہ بھی لیا جاتا تھا۔[71]

اسلامی قانون اور عدل گستری کے لئے دو قسم کی تہدیدیں تھیں۔ ایک تو حکومت کی طاقت تھی، اور دوسری احکامِ خداوندی کی عظمت۔ یعنی تمام اسلامی قوانین احکام خداوندی ہیں اور ہر فرد پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن دونوں طرح احکامِ خداوندی کی پابندی کرے اور گناہ سے بچے اور یومِ حشر و حساب سے ڈرے۔

(۳) جبل الرحمۃ کا خطبہ[72] جناب رسالت مآب صلعم نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر

---

[67] مسلم ۳۰: ۴۔ ترمذی ۱۳: ۱ [68] البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ (والیمین علی من انکر) بخاری و مسلم۔ نیز ملاحظہ ہو: (W. GOLDSACK: SELECTIONS FROM MU-HAMMADAN TRADITIONS, P. 195.)

[69] ابن ماجہ ۳۶: ۸۔ نسائی ۴۹: ۳۶۔ ترمذی ۱۳: ۱۲

[70] ڈاکٹر حمید اللہ، صفحہ ۳۵ (بحوالہ کتانی۔ کتاب الاموال وغیرہ)

[71] ڈاکٹر حمید اللہ، صفحہ ۳۴ (بحوالہ ابوداود۔ قرطبی۔ کتانی)

[72] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابن ہشام محولہ صدر، صفحہ ۹۶۶ تا ۹۷۰۔ تاریخ طبری لیڈن ۱۸۷۹-۱۹۰۱ء صفحہ ۱۷۵۳ تا ۱۷۵۵۔ تاریخ لیعقوبی ج ۲، صفحہ ۱۲۲-۱۲۳۔ البیان والتبیین للجاحظ ج ۲ صفحہ ۲۴-۲۶۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳۰۔ سیرۃ محمدیہ از محمد کرامت علی دہلوی الموسوی نوشتہ و مطبوعہ حیدر آباد دکن۔ باب حجۃ الوداع۔ امیر علی: اسپرٹ آف اسلام (۱۹۳۵ لندن) صفحہ ۱۱۴۔ مختارات الادب مرتبہ زیدان المصری (۱۹۳۷ء) مطبع مصر۔ صفحہ (۴۶-۴۸)

جبل رحمۃ سے جو یادگار تاریخی تقریر فرمائی وہ یوں تو عالم اسلام کے لئے ایک عظیم الشان منشور اساسی ہے لیکن یہ تقریر اسلامی عدل گستری کے لئے بھی ایک بڑا پروانہ اور اعلان حقوق انسانی ہے۔ جناب رسالت مآب صلعم نے اس خطبے میں فرمایا کہ انسان کے تین حقوق ہیں یعنی جان، مال اور آبرو[۳۲] اور یہ قابل احترام ہیں۔ امانت اور قرض واپس کیے جائیں۔ زمانہ جاہلیت کا سود ممنوع ہے۔ اور سب سے پہلے میں (حضرت) عباس کے سود کالعدم قرار دیتا ہوں۔۔۔۔ زمانہ جاہلیت میں جو خون ہوئے وہ اب فراموش کر دیئے جائیں اور لوگ اب انتقام کا خیال نہ کریں۔ خود میں اپنے چچازاد بھتیجے کا خون معاف کرتا ہوں۔۔۔۔۔ قتل عمد میں قصاص لیا جائے گا اور شبہ عمد میں سو اونٹ خون بہا۔۔۔۔۔ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔۔۔۔۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بلا رضامندی کوئی کسی کا مال نہ لے اور نہ آپس میں جنگ و جدل ہو۔۔۔۔۔ سب لوگوں کا ایک خدا ہے اور سب انسانوں کا باپ بھی ایک ہے۔ تم آدم سے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ خدا کے نزدیک تم میں سب سے محترم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور دیندار ہو۔ ورنہ کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔۔۔۔ وراثت کے حصے خدا نے مقرر فرما دیئے ہیں۔ وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی نہیں ہو سکتی۔ بچہ عورت کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملیں گے۔۔ نسب اور ولاء میں جھوٹے دعوے اور جھوٹی کوششیں ملعون افعال ہیں۔۔۔ وغیرہ

یہ دراصل اعلان حقوق انسانی ہے۔ عدل اور عدل گستری سے متعلق خطبہ حجۃ الوداع کی مثال دنیا کے کسی تمدن میں موجود نہیں۔ یہ بھی اسلامی عدل گستری کا بڑا ماخذ ہے۔

عہد نبوی صلعم کے بعض صیغہ جات

قضاء | آنحضرت صلعم کے عہد نبوت میں عہدۂ قضاء قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبل کو حضورؐ نے خود یمن کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ لیکن مدینہ اور اس کے مضافات کے تمام مقدمات کا آپ خود فیصلہ فرماتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں آپ کے بے شمار فیصلے ملتے ہیں۔ احادیث کی کتاب البیوع میں دیوانی کے مقدمات اور کتاب القصاص والدیات وغیرہ میں فوجداری کے مقدمات مذکور ہیں۔

احتساب | آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں محکمہ احتساب قائم نہیں ہوا تھا بلکہ حضورؐ خود ہی اس فرض کو ادا فرماتے تھے۔ لوگوں کے جزئیات، اخلاق اور فرائض مذہبی کے متعلق آپ دارو گیر فرمایا کرتے تھے۔ تجارتی معاملات

---

[۳۲] جان، مال اور آبرو میں فوجداری۔ دیوانی اور ٹارٹ آ جاتے ہیں۔

کی بھی نگرانی فرماتے تھے۔ جو لوگ باز نہیں آتے تھے ان کو سزائیں بھی دیتے تھے۔ بخاری کتاب البیوع میں ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلعم کے عہد میں دیکھا کہ جو لوگ تخمیناً غلہ خریدتے تھے ان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود اسی جگہ بیچ ڈالیں جہاں اس کو خریدا تھا۔

کبھی آپؐ خود بازار تشریف لے جاتے اور حالات کی تحقیق فرماتے۔ ایک دفعہ بازاری غلہ کا انبار نظر آیا۔ اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی۔ دوکان دار سے فرمایا، یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بارش سے بھیگا ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ "اس کو اوپر کیوں نہیں کر لیا تاکہ ہر شخص کو نظر آئے۔ جو لوگ فریب دیتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں"۔[۷۴]

فرائض احتساب میں عمال کا محاسبہ بھی فرماتے تھے۔ جب وہ صدقہ اور زکواۃ وصول کرکے آتے تو آپؐ ان کا جائزہ لیتے کہ انھوں نے ناجائز طریقہ تو استعمال نہیں کیا۔ ایک بار ابن اللیتہ کو صدقہ کی وصولی کے لئے مامور فرمایا۔ وہ کام سے واپس ہوئے تو انھوں نے کہا کہ فلاں مال مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "گھر بیٹھے تم کو یہ ہدیہ کیوں نہیں ملا۔" اس کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے اس کی سخت ممانعت فرمائی[۷۵]

آنحضرتؐ کے بعد اسلامی دور ترقی میں محکمہ احتساب ایک مستقل محکمہ بن گیا جو نہایت وسیع پیمانہ پر تمام قوم کے اخلاق و عادات، بیع و شراء اور معاملات داد و ستد کی نگرانی کرتا تھا۔

مصالحت جہاں نزاع ہوتی تھی، وہاں فریقین میں مفاہمت کرائی جاتی تھی۔ چنانچہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان نزاع پیدا ہوئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی تو آپ چند صحابہ کے ساتھ مصالحت کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔[۷۶]

ایک دفعہ اہل قبا کے درمیان نزاع ہوئی اور لوگوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ خبر ملی تو حضور صلعم صحابہؓ کے ساتھ کافی دور پیدل تشریف لے گئے۔[۷۷]

جمع صدقات قاضی کے فرائض میں صدقات جمع کرنے کا کام بھی شامل تھا۔ چنانچہ معاذ بن جبلؓ کو یمن کے ایک حصہ یعنی جند کا قاضی بنایا گیا تھا اور ان کو ہدایت تھی کہ لوگوں کو قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم دیں

---

[۷۴] صحیح مسلم کتاب الایمان بحوالہ شبلی نعمانی: سیرۃ النبی ج ۲۔ طبع دوم ۱۴۱۳ھ ص ۶۲-۶۳

[۷۵] بخاری ج ۲۔ کتاب الاحکام بحوالہ " " " ص ۶۳

[۷۶] بخاری جلد ۱۔ کتاب الصلح بحوالہ شبلی: سیرۃ النبی ج ۲۔ طبع دوم۔ ۱۴۱۳ھ۔ ص ۶۴

[۷۷] " " " " " " " " " "

اور جو عمال یمن میں تھے ان کے صدقات جمع کرنے کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی [78]

پولیس | آنحضرتؐ کے عہد میں اس کی ابتدائی شکل پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ قیس بن سعد اس خدمت کو انجام دیتے تھے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے [79] باضابطہ طور پر پولیس کا محکمہ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی قائم نہیں ہوا تھا اور اس کی ابتدا بنو امیہ کی سلطنت میں ہوئی [80]

جلاد | مجرموں کی گردن مارنے کی خدمت حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ، مقداد بن الاسود، محمدؐ بن مسلمہ، عاصم بن ثابت، ضحاک بن سفیان کلابی کے سپرد تھی۔ [81]

عہد نبوی کی بعض نظیریں

عبداللہ بن سہیل کو خیبر کے یہودیوں نے شہید کر دیا۔ مقتول کے وارث مہیصہ نے آنحضرتؐ کے پاس مقدمہ دائر کیا لیکن اس واقعہ کی کوئی عینی شہادت پیش نہ کر سکے۔ آنحضرتؐ نے بیت المال سے ایک سو اونٹ خون بہا میں دلوا دیئے [82]

جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ کے سامنے اپنی دو لڑکیوں کو لے آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دونوں ثابت بن قیس کی لڑکیاں ہیں جو احد میں شہید ہوئے۔ ان کے چچا نے ان کی ساری جائداد غصب کر لی اور ان لڑکیوں کو کچھ نہیں دیا۔ بغیر جائداد کے ان لڑکیوں کی شادی بھی نہیں ہو سکتی۔ یا رسول اللہؐ آپ انصاف فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا ہی اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد سورۂ نساء نازل ہوئی اور آنحضرتؐ نے اس عورت اور لڑکیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا کہ موخر الذکر (دو تہائی) جائداد دونوں لڑکیوں کو دے دے اور (آٹھواں حصہ) اس عورت کو۔ اور اس تقسیم کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ خود لے لے [83]

آنحضرتؐ کے پاس ایک شخص کسی آدمی کو پکڑ لایا اور عرض کیا کہ اس آدمی نے میرے بھائی کو قتل کر دیا۔ آپؐ

---

[78] مسند ابن حنبل ج ۵ بحوالہ شبلی: سیرۃ النبی جلد ۲۔ طبع دوم۔ ۱۳۴۱ھ۔ صہ ۶۸

[79] بخاری کتاب الاحکام۔

[80] فتح الباری ج ۱۳ بحوالہ شبلی: سیرۃ النبی ج ۲ محولہ صدر صہ ۷۶

[81] زاد المعاد ابن قیم 〃 〃 〃 〃 〃 صہ ۷۶

[82] بخاری و نسائی بحوالہ محمد اللہ [83] ایضاً

نے فرمایا" جاؤ اس کو بھی اسی طرح مار ڈالو جس طرح اس نے تمہارے بھائی کو مارا ہے"۔ قاتل نے اس شخص سے کہا، خدا سے ڈرو اور مجھے معاف کر دو کیونکہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو اور تمہارے لئے اور تمہارے بھائی کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ معاملہ یوم حشر پر چھوڑ دے۔ اس پر اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ بعد میں جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ قاتل نے کیا کہا تھا تو ارشاد فرمایا" قصاص کے بدلے یہی بہتر تھا کہ مقتول آدمی حشر کے دن قاتل کے سامنے خدا سے فریاد کرے کہ یا اللہ! اس شخص سے پوچھ کہ اس نے میری جان کیوں لی"۔[۸۴]

ایک شخص آنحضرتؐ کے سامنے آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ فریاد کی کہ یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے بھائی کی جان لی۔ رسول اکرمؐ نے پوچھا" کیا تم نے اسے مارا ہے"؟ اس شخص نے کہا کہ اگر یہ جرم کا اقبال نہ کرے تو میں شہادت لاؤں گا۔ ملزم نے کہا" ہاں میں نے اسے مارا ہے"۔ آنحضرتؐ نے سوال فرمایا" کس طرح"؟ اس نے کہا" مقتول اور میں دونوں ایک جھاڑ کے پتے توڑ رہے تھے، مقتول نے مجھے گالیاں دیں اور بہت مشتعل کر دیا۔ میں نے اپنی کلہاڑی اس کے سر پر ماری اور وہ مر گیا۔ لیکن میرا مقصد اس کی جان لینا نہ تھا"۔ آنحضرتؐ نے پوچھا" کیا تمہارے پاس کچھ سرمایہ ہے جس سے خون بہا ادا کر سکو"؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس جسم کے کپڑے اور کلہاڑی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس پر آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا" کیا تمہارا کوئی ایسا ہے جو تم کو کچھ دے سکے"؟ اس نے کہا" میں اپنے لوگوں میں سب سے زیادہ بد ہوں اور کوئی مجھے نہیں دے سکتا۔ آنحضرتؐ نے ایک کپڑا اس کی طرف پھینک دیا اور مستغیث سے فرمایا" اپنے ساتھی کو گرفتار کر لو"۔ جب وہ جانے لگے تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا" اگر یہ شخص اسے مار ڈالے تو یہ بھی اسی کے جیسا ہوگا"۔ اس پر اس شخص نے پلٹ کر کہا" آپ نے جو فرمایا وہ میں نے سن لیا لیکن آپ ہی کی اجازت سے تو میں نے اسے گرفتار کیا ہے"۔ آنحضرتؐ نے سوال کیا" کیا تمہاری یہ خواہش نہیں کہ اس کا گناہ اسی کی گردن پر رہے اور تمہارے بھائی کا گناہ بھی اسی کی گردن پر رہے"؟ اس نے عرض کیا" جی ہاں یا رسول اللہ"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا" تحقیق کہ یہ ایسی ہی بات ہے۔ اس پر اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا۔[۸۵]

ہلال بن امیہ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور فریاد کی کہ ان کی بیوی نے شارک بن سہمیہ کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے قرآنی اصول[۸۶] کے مطابق چار گواہ طلب فرمائے اور فرمایا کہ اگر وہ شہادت نہ دے سکے تو لعان

---

[۸۴] ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ بحوالہ مرزا ابوالفضل محولہ صدر ص ۱۹۱ حدیث ۸۱۹

[۸۵] مسلم، ابوداؤد اور نسائی بحوالہ مرزا ابوالفضل محولہ صدر ص ۱۹۲-۱۹۳ حدیث (۸۲۱)

[۸۶] قرآن مجید ۴:۱۵- ۲۴:۴

کی سزا یعنی اسّی درّے لگائے جائیں گے" اس پر ہلال نے کہا "میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ خدا اپنا حکم بھیج کر مجھے کوڑوں سے بچائے گا"۔ اسی کے بعد یہ آیت قرآنی نازل ہوئی کہ "جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں لیکن شہادت پیش نہیں کر سکتے اور صرف اپنے کو شہادت میں پیش کر سکتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہی شہادت ہے کہ وہ چار دفعہ خدا کی قسم کھا کر بیان کریں کہ وہ سچ بولتے ہیں اور پانچویں مرتبہ کہیں کہ اگر وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں تو خدا کی ان پر لعنت ہو"۔ [۸۷] لیکن عورت چار بار خدا کی قسم کھا کر کہے کہ اگر وہ جھوٹ بولتی ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہو تو عورت پر سے سزا اٹھ جائے گی [۸۸] اسی بنا پر آنحضرتؐ نے ہلال کو حلف لینے کی اجازت دی۔ عورت نے بھی حلف لیا۔ اس عورت کے بعد میں ایک بچہ بھی ہوا جو شارک کے مشابہ تھا لیکن اسے سزا نہیں دی گئی کیونکہ لعان کا ضابطہ اس کے مانع تھا [۸۹]

دو آدمی آپ کے پاس اپنے مقدمہ کے فیصلے کے لئے آئے۔ وراثت کا معاملہ تھا۔ آپ نے ان کا حال سننے سے پہلے ارشاد فرمایا کہ "تم دونوں رسول اللہ کے پاس اپنے جھگڑے کے تصفیے کے لئے آئے ہو۔ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص چرب زبانی سے ایسی دلیلیں پیش کر دے جو دوسرا پیش نہ کر سکتا ہو اور میں ان ہی دلیلوں کے مطابق فیصلہ کروں گا جو میرے سامنے پیش کی جائیں گی۔ لیکن یاد رکھو کہ جو شخص میرے فیصلے کے باوجود اپنے بھائی کی جائیداد کا کچھ حصّہ ناجائز طور پر حاصل کرے تو دراصل وہ اپنے لئے آگ کا ٹکڑا حاصل کرے گا۔ قیامت کے وہ آگ اس کے گلے میں ہوگی اور وہ خود اسے زیادہ بھڑکائے گا"۔ یہ سُن کر دونوں شخص رو پڑے اور ہر ایک نے کہا میں اپنا حق اپنے بھائی کو دیتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا "جاؤ اور جائداد کو حق اور انصاف اور احکامِ شریعت کے مطابق آپس میں تقسیم کر لو"۔ [۹۰]

---

[۸۷] قرآن مجید ۲۴ : ۶، ۷ [۸۸] قرآن مجید ۲۴ : ۸، ۹

[۸۹] بخاری بحوالہ محمد اللہ محولہ صدر ص ۱۴ تا ۱۵

[۹۰] مسند احمد بن حنبل بحوالہ عرنوس: تاریخ القضاء فی الاسلام (اردو ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی۔ لاہور) ص ۳۵